

تاجدارِ ختمِ نبوتؐ نمبر

بیتِ نبویؐ کی تعلیم و ترویج کے لیے



مجلد محمد ﷺ فیصل آباد



جلد نمبر 4 رجب الاول - رجب الثانی 1439ھ - 2018ء شمارہ نمبر 8

عاجز ضیوی

احادیث مبارکہ اور
ختم نبوت

قرآن کریم اور
ختم نبوت

السید علی

اکابرین اُمت کے نزدیک
خاتم النبیین کا معنی

رحمتِ عالم ﷺ
بحیثیت
معلمِ اخلاق

ملفوظات عبدالقادر جیلانیؒ

بفیضان نظر

مرشد کریم حضرت پیر محمد علاء الدین صدیقی علیہ السلام

صدیقی قرآن اکیڈمی لیتنا

درس نظامی ترجمہ و تفسیر حفظ القرآن ناظرۃ القرآن

داخلہ جاری ہے

مفت چیک اپ مفت ادویات

شام 7 تا 5 بجے تک

صدیقی فری ڈسپنری

ڈاکٹر محمد ارشد چوہدری

(بی ایس سی) (مفتاب)

(ایچ بی بی ایس) (مفتاب)

(آر بی ایم وی سی) (اسلام آباد)

شام 6 تا 4 بجے تک

صدیقی فری سلائی سنٹر

داخلہ جاری ہے

گلی نمبر 5 سیالوی کالونی بڑا قبرستان روڈ فیصل آباد

زیرانی حافظ محمد عدیل اویس صدیقی ۱۱ علامہ محمد الدین شریستہ انٹرنیشنل فیصل آباد 0321-7611417

بیت القیامی قادیانہ نور احمد علی

نقیب صبح سعادت

محی الدین

جلد نمبر 4 رابع الاول رابع الثانی شمارہ نمبر 8

فیضانِ صبر سیدہ تنہا ری ہر

بفیضان نظر سیدہ تنہا ری غفرلہ

حضرت پیر محمد علاء الدین صدیقی صاحب

زیریں سرتی

نور العارین

ظہیر الدین

زیریں سرتی

مدیر اعلیٰ حافظ محمد عدیل اویس صدیقی

اس شمار میں

- اداریہ: عاجز صوفی
- السید المعنی
- قرآن کریم اور ختم نبوت
- احادیث رسول اور ختم نبوت
- اکابرین امت کے نزدیک "خاتم النبیین" کا معنی
- رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم اخلاق
- ملفوظات غوث اعظم رضی اللہ عنہ

محکم الدلائل

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظمی قرنی صاحب
شیخ الحدیث علامہ محمد رفیع عطائی صاحب
علامہ محمد عظیم الحق محمودی صاحب
علامہ خواجہ وحید احمد قادری صاحب
ڈاکٹر عبدالغفور صاحب
پروفیسر عبدالقادر صاحب
پروفیسر محمد اعجاز صدیقی صاحب

مدیر شعبان

پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع الدین صدیقی

مدیر

محمد دانش صدیقی

مدیر طباعت

عاطف ملین صدیقی

کمپوزنگ: سعید احمد قادری رابطہ آفس
فائل ڈیزائن: محمد کلیم رضا
رابطہ آفس
041-2636130
0321-7611417

صدیقی پبلکیشنز فیصل آباد

پتہ: مسیحی محلہ محی الدین
سیدھا رتنی منڈی، جسٹس فیصل آباد

عاجز صوفی

باسمہ سبحانہ صلو علیہ وآلہ واصحابہ وسلمو تسلیماً

مجھ عبد ضعیف کو ایک عظیم صوفی، عظیم مصنف، یادگار اسلاف قبلہ پروفیسر عبدالحق توکلی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے اپنی نئی تصنیف مبارکہ ذکر جمیل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ عطا فرمائی۔

یوں تو حضرت توکلی نے بہت تصانیف فرمائی ہیں اور اکثر کتب کا مجھے مطالعہ کا شرف بھی نصیب ہوا ہے میرے خیال میں تحریر کی تاثیر صاحب کتاب کے تقویٰ نسبت کاملہ اور رضائے الہی کے مقصود ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر علم کے دبدبے کو رب کی صورت قارئین پر مسلط کرنا ہو تو رب دبدبہ اور دالم کے علم کے ہونے پر تصدیق تو کی جاسکتی ہے۔ مگر اثرات مرتب نہیں ہو سکتے۔ اثرات مرتب اسی وقت ہوتے ہیں کہ مصنف شریعت و طریقت کا مسافر ہو، مرشد کی نظر ہو، منزل پر پہنچنے کا مصمم ارادہ ہو تو کرم کی انتہا ہو جاتی ہے۔

انسان خود بھی کرم میں غوطہ زن ہوتا ہے اور تمنا بن جاتی ہے۔ جس کرم سے کریم نے مجھے نوازا ہے وہ کرم ہر ایک کو میسر آئے۔ ایسی ہی عظیم المرتبت ہستی حضرت قبلہ صوفی پروفیسر عبدالحق توکلی ہیں جنہوں نے نقشبندی جام اتنا بھر بھر کے پیا کہ اب لٹانے کے لیے کتب تحریر فرمائیں اور اپنے خرچے پر اشاعت بھی فرمائیں۔ مذکورہ کتاب علم کا ایک خزانہ ہے کہ مقصد حیات روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے۔ ذکر اس ہستی کریم کا ہے جنہوں نے علم و عمل شریعت و طریقت اور محبوب مکرم ﷺ کی سنت اور تابعداری میں وہ مقام حاصل کیا کہ ہزار سالہ مجدد شہرے اور صبح قیامت تک علم و فضل کے خوشے تقسیم فرمانے کے لیے اُن کے مکتوبات راہ ہدایت ہیں۔ قبلہ توکلی صاحب نے اس کتاب میں عام قاری کے لیے نہایت موزوں انداز میں خلاصہ مکتوبات اور شاہراہ ہدایت کے لیے اصول موتی چن کر جمع فرمادیے ہیں۔

رہی بات کہ ہم اب اس سے اکتساب کتنا کرتے ہیں، مالک قبلہ توکلی صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے اور پرتا شیر کتاب سے انوارات و تجلیات نصیب فرمائے۔

از قلم: محمد عدیل یوسف صدیقی

السید المَعْلٰی

از قلم: پروفیسر عبدالحق توکلی مدظلہ العالی

نقل ہے کہ ایک روز کوئی مولوی صاحب واعظ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تنگی و فاقہ کا مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا اور کہا کہ ایک روز بہت تنگی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی بار آدمیوں کو حکم دیا کہ دیکھو تو کوئی کچھ لایا ہے؟ لوگ دیکھ دیکھ کر کہتے رہے کہ کوئی نہیں آیا۔ حضور ﷺ (توکل شاہ ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس کا یہ بیان سنا۔ اس مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ حضور ﷺ کا تم نے جو ایسا اضطراب بیان کیا ہے یہ اس طرح نہیں تھا۔ اس نے کہا میں نے تو کتابوں میں اسی طرح دیکھا ہے۔ فرمایا کہ بار بار آدمیوں سے فرمانے کی کہ دیکھو کوئی کچھ لایا ہے، یہ وجہ تھی کہ حضور ﷺ کے پاس وحی آئی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص تحفہ لائے گا۔ حضور ﷺ کو اس کا انتظار تھا۔ ورنہ وہ رسول ﷺ تھے ان کو بندوں کی طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت تھی اور نبی علیہ السلام کبھی تنگ نہیں ہوا کرتے۔ ان کے ایسے حالات مجمع عام میں اس طرح نہیں سنایا کرتے کیونکہ جوئے گا اس کے دل میں طرح طرح کے خطرات و وساوس آئیں گے اور اس صورت میں اندیشہ ہے کہ شاید کسی کے دل میں ایسا وسوسہ آئے جس میں اس کے ایمان کا خطرہ ہو۔ حضرت رسول اکرم ﷺ تنگ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے کئی ہزار بکریاں خیرات فرمائیں، بہت سے اونٹ خیرات کیے، یہ بھی تو ذکر کیا ہوتا۔ بات یہ ہے کہ:

حضور ﷺ زین و آسمان کے خزانوں کے مالک تھے۔

(اب بھی ہیں۔ توکلی) وہ تنگ نہیں تھے مگر حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جو کچھ حضور ﷺ کے پاس آتا اس میں سے اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حصہ دے کر، اور باقی سب مستحقین کے حصے تقسیم فرما کر جو اپنا حصہ ہوتا وہ مسکینوں جتنا جوں کو اللہ کے واسطے دے دیا کرتے تھے اور کچھ نہ رکھتے تھے۔ ایسی تنگی و کالیف کو ہر وقت نہ بیان کرنا چاہیے۔

قرآن کریم اور ختم نبوت

از: ادارہ

رہبر کریم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

ترجمہ: محمد، (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ
اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا
ہے۔

”خاتم النبیین“ یعنی آخری نبی:

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین فرما کر
یہ واضح فرمادیا کہ رسول کریم آخری نبی ہیں۔ یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی
تشریف آوری کے ساتھ نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ
قیامت تک نبوت و رسالت کے منصب پر کوئی فائز نہیں ہو سکتا جو دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا دجال
ہوگا۔

علماء لغت کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کا معنی:

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

وخاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها بمعیتہ (المفردات، کتاب الحاء)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو ”خاتم النبیین“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم فرمایا یعنی

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے۔

علامہ ابن منظور (متوفی ۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وخاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم اخرہم ومحمد ﷺ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم
الصلوة والسلام۔ (لسان العرب جلد ۱۲، حرف المیم فصل الحاء)

ترجمہ: خاتم القوم، خاتم القوم (بکسر الراء) اور خاتم القوم (فتح الراء) ان سب کا معنی
ہے قوم کا آخری فرد۔ اسی نسبت سے نبی اکرم ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا (کیونکہ آپ ﷺ بھی
باعتبار بعثت گروہ انبیاء کے آخری فرد ہیں)۔

نوٹ: اہل لغت کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا معنی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ
کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

علمائے تفاسیر کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کا معنی:

تمام علماء تفاسیر کے نزدیک، خواہ علمائے حنفیہ ہوں یا مستخرین سب نے
”خاتم النبیین“ کا معنی آخری نبی اور نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والا فرمایا۔ چند عبارات پیش خدمت
ہیں:

تفسیر ابن عباس:

ختم الله به النبیین قبله فلا یكون نبی بعده۔

ترجمہ: ”خاتم النبیین“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء نبی کریم ﷺ کی ذات پاک پر ختم
فرمادیا ہے پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر ابن عباس: ۲۶۳)
تفسیر انوار الشریع:

واهم الذی ختمہم او ختموا به ولا فادح فیہ نزول عیسیٰ بعده لانه اذا

نزل کان علی دینہ۔

ترجمہ: آپ ﷺ (بعثت کے اعتبار سے) انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے (تشریف لا کر) ان کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور سلسلہ نبوت پر منہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰ کا نبی کریم ﷺ کے بعد (دوبارہ قرب قیامت میں) نازل ہونا آپ ﷺ کی ختم نبوت میں قادح نہیں ہے (کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل منصب نبوت پر فائز کیا گیا تھا) چنانچہ اب وہ نبی کریم ﷺ کے دین اور شریعت کے متبع اور پیروکار کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔

(انوار التزیل، جلد ۲، صفحہ: ۲۲۷)

تفسیر جلالین:

وكان الله بكل شيء عليمًا منه بان لا نبى بعده واذا نزل السيد عيسى يحكم بشريعته (تفسیر جلالین، ص: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب سیدنا عیسیٰ (دوبارہ) نازل ہوں گے تو وہ نبی کریم ﷺ کی شریعت کے متبع اور پیروکار ہوں گے۔

تفسیر مظہری:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”خاتم“ بفتح الاء کا معنی ”آخر“ اور ”خاتم“ بکسر الاء کا معنی ہے: الذی ختم النبیین حتی لا یکون بعده نبی۔ یعنی آپ ﷺ نے سلسلہ انبیاء کو ختم فرمادیا ہے، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مزید فرماتے ہیں:

ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ بعہ لانہ اذا ینزل یکون علی شریعہ مع ان عیسیٰ علیہ السلام صار نبیا قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وختم اللہ سبحانہ الاستنباء بمحمد وبقاء نبی سابق لا ینافی ختم النبوة۔

(تفسیر مظہری جلد ۹: صفحہ ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵ سید سبکی، کراچی)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کے بعد نازل ہونا اس میں قادح نہیں ہے کیونکہ ان

کی حیثیت نبی کریم ﷺ کی شریعت کے متبع کی ہوگی ساتھ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثت محمدی ﷺ سے قبل کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم فرمادیا ہے اور کسی سابق نبی کا بھی رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

تفسیر روح المعانی:

حضرت محمود آلوسی ”روح المعانی“ میں فرماتے ہیں:

والمراد بالنبی ما هو اعم من الرسول فيلزم من كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين كونه خاتم المرسلين والمراد بكونه عليه الصلوة والسلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة في احد من الثقليين بعد تحليه عليه الصلوة والسلام بها في هذه النشأة۔ (روح المعانی جلد ۲۲، ص: ۲۹۰)

ترجمہ: ”نبی“ کا لفظ عام اور ”رسول“ خاص۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ (رسول کریم ﷺ) خاتم المرسلین بھی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے بعد جن و انس میں سے اب کسی کو یہ منصب عطا نہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

وكونه خاتم النبيين مما نطق به الكتاب وضعت به السن واجمعت عليه الاممة فيكفر مدعى خلافة۔

(روح المعانی الجزء ۲۲، ص: ۳۰۰، بیروت، لبنان)

نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا اس طرح کی حقیقت ہے جس کی تصریح خود کتاب اللہ نے فرمادی اور اس کی توفیق و تشریح سنت نے فرمادی اور اس مسئلہ پر اُمت کا اجماع بھی ہے اب جو بھی اس مسئلہ کے خلاف دعویٰ کرے گا قرآن و سنت اور اجماع امت کا منکر ہوگا اور کافر، مرتد ہوگا اور یوں سمجھیں کہ وہ خارج از اسلام ہوگا۔

احادیث رسول اور ختم نبوت

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں لفظ ”خاتم النبیین“ کا معنی متعین کرنا ہے چنانچہ لفظ ”خاتم“ کی (تاہ زیر کے ساتھ) اور ”خاتم“ (تاہ کی زیر کے ساتھ) دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی ”سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا۔ آخری نبی“ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنن و احادیث مبارکہ کی روشنی میں ”خاتم النبیین“ کے معنی کو دیکھنا ہے تاکہ ہم خوب جان سکیں کہ رسول کریم ﷺ نے ”خاتم النبیین“ کا معنی کیا ارشاد فرمایا۔

حدیث رسول اور قصر نبوت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجعله الاموضع لبنة من زاویه فجعل الناس یطوفون به یتعجبون له ویقولون ہلا وصنعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین

(بخاری شریف جلد اول کتاب التائب باب خاتم النبیین ص ۵۰۰)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے ایک حسین و جمیل گھر بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی اور عمدگی پر اظہار تعجب کرتے اور کہتے کہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی (کاش یہ بھی لگ جاتی تاکہ گھر مکمل ہو جاتا، آپ ﷺ نے مزید فرمایا) میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نبوت جس کی خشت اول حضرت آدم علیہ السلام تھے اور خشت آخر نبی کریم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اب چوں کہ گھر کی عمارت اپنی تکمیل کو پہنچ چکی ہے لہذا اس کے بعد کسی خشت کی گنجائش نہ رہی جو قصر نبوت میں لگ سکے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ جو قرب قیامت میں

دوسری بار تشریف لائیں گے وہ ”من قبلی“ میں شامل ہیں۔ وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے منصب نبوت عطا کیا گیا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملها واحسنها الاموضع لبنة فجعل الناس یدخلونها یتعجبون ویقولون لولا موضع البنة۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: میری اور دوسرے (گذشتہ) انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ ہوتی۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں۔

اس روایت کے متعلق غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ملتا ہے چنانچہ ایک بار دوران خطاب آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسں تھا، ابھی میری داڑھی نہیں اُترتی تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علماء سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ میری اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا، فاکملها واحسنها۔ اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

پھر میں قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور سید عالم ﷺ نے پُر کر دیا، اب تم بتاؤ تو مرزا قادیانی کو کہاں ڈالو گے؟ وہ سب سوچ میں پڑ گئے، پھر ان میں سے ایک بولا، عزیز! بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی

کیا جاتا ہے تو ہم مرزا صاحب کا پلستر کر دیں گے۔ میں نے کہا تم مرزا صاحب کا پلستر بھی نہیں کر سکتے کیونکہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا ”لما کملہا“ بنانے والے نے عمارت کو مکمل کر دیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔

پھر ایک اور نے ہمت کی، وہ کہنے لگا کہ دیکھو عزیز! ٹھیک ہے پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی، عمارت کا رنگ و روغن بھی تو کیا جاتا ہے۔ ہم مرزا صاحب کا روغن کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم مرزا صاحب کا روغن بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”واحسنہا“۔ بنانے والے نے عمارت کو حسین و جمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ و روغن سے ہی ہوتا ہے۔ پس آپ کے اس زور استدلال کے سامنے قادیانی بے بس والا چار ہو گئے۔

(غزالی دلائل کا طرز استدلال از حافظ امانت علی سعیدی، صفحہ ۷۹)

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ نے نبوت کو بخلی حسی کے ساتھ تشبیہ دے کر لا دین قادیانی طحہ کے ان تمام جہنی لحاظ اور خود تراشنے والے کو جڑ سے نکال پھینکا ہے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو اپنے ذہن سے نکال کر دائرہ محسوسات میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکن دیکھا جائے کہ جس میں جہنی حیثیات و اعتبارات کا احتمال ہی نہ ہو۔ چنانچہ ہر آدمی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتا ہے اور یہ فیصلہ بھی کر سکتا ہے کہ قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے اس میں زیادتی کی قطعاً کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مثال: اگر کوئی گھر بنایا جائے اور اس کی تعمیر کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر مکمل کر دیا جائے اور ختم کر دیا جائے تو کوئی مزدور یہ نہیں کہتا کہ تعمیر کا کام ختم کر دینا نقص ہے، اسی طرح مالک و مختار اور علمی کھل حسی و قدیم نے بھی قصر نبوت کی تکمیل کا اعلان فرمادیا کہ اب دیکھنا چاہیے کہ کس کی طاقت ہے کہ تعمیر کو جاری رکھنے کا رب العالمین سے مطالبہ کر سکے۔

پہلی نبوت اور ختم نبوت:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اول المرسلین ادم و اخرهم محمد۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(جامع الامادیات جلد ۳، صفحہ ۳۵۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سارے رسولوں سے پہلے حضرت آدم ہیں اور تمام رسولوں سے آخری رسول حضرت محمد علیہ السلام ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ختم نبوت کی حتمی حیثیت کو رسول کریم علیہ السلام نے بیان فرمایا اور رسول کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد کوئی بھی کسی معنی کے اعتبار سے نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔

آخری نبی اور آخری مسجد:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لانی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد۔

(مسلم شریف جلد اول کتاب الحج باب فضل الصلاة فی المسجد)

ترجمہ: بے شک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) آخری مسجد (مساجد

انبیاء میں سے) ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کو تعمیر فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو تعمیر فرمایا اور مسجد نبوی کو رسول کریم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا چنانچہ اس کے بارے میں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی اعتبار سے انبیاء کی تعمیر کردہ مساجد میں سے یہ آخری مسجد ہے لہذا پتہ یہ چلا کہ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا تو اسی وجہ سے کسی نبی کی مسجد بھی نہ ہوگی۔

صاحب کنز العمال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان فرماتے ہیں:

انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد الانبیاء

(کنز العمال جلد ۱۱، صفحہ ۷۷۰، فصل المرءین والمسجد الاقصیٰ من الاکمال)

ترجمہ: میں انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) مساجد

انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی کریم علیہ السلام آخری نبی ہیں اور رسول کریم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اسی اعتبار سے مسجد نبوی بھی انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ "لو كان نبي بعدى لكان عمر بن الخطاب۔

(ترمذی شریف جلد "ابواب المناقب" مناقب عمر صفحہ: ۲۰۹)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی امت میں اگر کوئی نبی ہوتا

یا کسی کو نبوت ملتا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے لیکن ان کو نبوت کا منصب نہ ملنا

اس بات کا تین ثبوت ہے کہ سلسلہ نبوت کا اجراء ختم ہو گیا ہے۔

آخری نبی اور آخری امت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا اخرو الانبياء والتم اخرو الامم۔

(ابن ماجہ شریف، ابواب النبی باب اخرو الانبياء والتم اخرو الامم: ۳۰۷)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں میں (ﷺ) آخری نبی ہوں اور امتوں

میں تم آخری امت۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لا نبي بعدى ولا امة بعد امتي

(ابن کثیر جلد ۹ سورۃ مدثر صفحہ: ۳۶۹)

حدیث مبارکہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فقال له علي يا رسول الله ﷺ تخلفني مع النساء والصبيان فقال له رسول الله

ﷺ اما ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبوة بعدى۔

(ترمذی شریف ابواب المناقب علی)

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (پچھلے مدینہ

میں) چھوڑ گئے۔ حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس

چھوڑ کر جا رہے ہیں (میں بھی ساتھ جانا چاہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا (اے علی) کیا تم راضی

نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو۔ جیسے موسیٰ کے لیے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں۔

چنانچہ مسلم شریف جلد دوم میں اس طرح آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

علي انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدى۔

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ: ۲۷۸، باب فاعل علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: (اے علی) اتم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون ہے مگر یہ کہ میرے

بعد کوئی نبی نہیں۔ (کیونکہ میں آخری نبی ہوں)۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو وہ طور پر تشریف لے گئے اپنا نائب بنا کر حضرت

ہارون علیہ السلام کو نبی اسرائیل کی طرف چھوڑ گئے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ ایک غزوہ پر تشریف

لے جاتے وقت اہل مدینہ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے چونکہ حضرت

ہارون علیہ السلام نبی تھے اسی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے واضح ارشاد

فرمادیا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی نبوت ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو مغالطہ نہ ہو، حضرت

ہارون علیہ السلام تو نبی تھے جب کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہیں۔

جھوٹے مدعیان نبوت سرکار ﷺ کی امت میں سے:

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور کوئی آدمی نبوت کا

دعویٰ کر کے منصب نبوت پر نہیں آسکتا اگر کوئی آدمی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو نبی کریم ﷺ

کے ارشاد کے مطابق وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدعیان نبوت کی پیشگی

اطلاع دی اور ان کی تعداد بھی ارشاد فرمادی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ولا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم يزعمهم انه

رسول اللہ - (بخاری شریف جلد ۱ کتاب الباق، باب علامة النبوت فی الاسلام، صفحہ ۵۰۹)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میں دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں گے، ہر ایک دعویٰ کرنے کا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انه سيكون في امتي ثلاثون كذابون عليهم بزعهم انه نبي وانا خاتم النبيين لا نبي بعده - (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۵)

میری امت میں تیس جھوٹے آدمی پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے (مگر سن لو) میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ نے ”خاتم النبيين“ کا معنی بھی فرمادیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور یہ بھی فرمادیا کہ قیامت تک کوئی نبی اور رسول پیدا نہ ہوگا جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ کذاب و دجال ہوگا۔
اساتے رسول کریم ﷺ اور نبوت کا اختتام:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال انا محمد وانا احمد وانا العاصي الذي بي الكفر وانا الحاشر الذي يحشر الناس على عقبي وانا العاقب الذي ليس بعده نبي - (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۴)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے (اپنے مختلف اسماء مبارکہ ارشاد فرمائے) کہ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں ماحی ﷺ ہوں، میرے ذریعے کفر کو مٹا دیا جائے گا، میں حاشر ﷺ ہوں، لوگوں کا شتر میرے پیچھے ہوگا۔ اور میں عاقب ﷺ ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے اسماء مبارکہ بھی معلوم ہوئے اور ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اکابرین امت کے نزدیک ”خاتم النبيين“ کا معنی

﴿از: ادارہ﴾

قرآن و حدیث، اہل لغت اور اہل تفاسیر نے خاتم النبيين کا معنی بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں وہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اب احناف کے امام جن کے ہم مقلد ہیں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کا موقف پیش کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۵۰ ہجری)

وتنبا رجل في زمن ابي حنيفة رحمه الله وقال امهلوني حتى اجيبني بالاعمال وقال ابو حنيفة رحمه الله من طلب منه علامة فقد كفر لقول النبي صلى الله عليه وسلم لا نبي بعده۔

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر دلائل پیش کروں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آدمی نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ بھی کافر ہے اور جو اس سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی اور اس پر دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا پھر دلیل کس کی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۵۰۵ ہجری)

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرأ ان احواله انه افهم عدم النبي بعده ابداً وعدم رسول ابداً وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص لمنكر هذا لا يكون منكر اجماع۔

(الاقتضائي الاعتقاد، صفحہ ۱۱۳)

ترجمہ: بے شک تمام امت محمدیہ ﷺ نے اس لفظ یعنی (خاتم النبیین اور لانی بعدی) سے اور قرآن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ نیز یہ کہ اس میں کسی قسم کی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے اور نہ تخصیص، پس اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔

علامہ سعد الدین المعروف تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۹۱ھ ہجری)

علامہ تفتازانی نے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وقد دل کلامہ و کلام اللہ المنزل علیہ انہ خاتم النبیین وانہ مبعوث الی کافہ للناس بل الی الجن والانس ثبت انہ اخر الانبیاء۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا کلام (یعنی حدیث شریف) اور کلام باری تعالیٰ جو رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا (یعنی قرآن کریم) دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت کو ختم فرمادیا اور وہ (نبی کریم ﷺ) تمام کائنات انسانی بلکہ تمام جن و انس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں۔

قرآن وحدیث سے معلوم یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔

سوال: احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا پھر کیسے رسول کریم ﷺ آخری نبی ہوئے؟

جواب: علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ رسول کریم ﷺ کی شریعت کے تابع اور رسول کریم ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور دوسرے لوگوں کے مطابق سیدنا امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

(معاذ نسبی: ۹۹)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۲۳ھ ہجری)

وخاتم النبیین آخرهم الذی ختمهم او ختموا بہ۔

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۱ کتاب الناقب)

ترجمہ: خاتم النبیین کا معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرمادیا اور اس پر مہر لگا دیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ ہجری)

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انہ ﷺ خاتم المرسلین كما انہ خاتم النبیین۔
(الایات والجماع جلد ۲، صفحہ ۳۷)

ترجمہ: جان لو! امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلسلہ رسل ختم فرمادیا ہے جس طرح رسول کریم ﷺ نے سلسلہ انبیاء ختم فرمادیا ہے۔

علامہ شعرانی نے شیخ ابن عربی کے حوالہ سے بھی اس طرح لکھا کہ ”ابن عربی“ نے فتوحات میں بیان فرمایا کہ:

هذا باب اغلق بعد موت ﷺ فلا يفتح لاحد ای يوم القيامة۔

(الایات والجماع، جلد ۲: صفحہ ۳۷)

ترجمہ: یہ (دہی نبوت کا) باب نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۶ھ ہجری)

ودعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالاجماع (شرح نقباء العرب)

ترجمہ: ہمارے نبی (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بعد دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

واول الانبياء آدم اخرهم محمد ﷺ (معاذ نسبی جلد ۱)

ترجمہ: انبیاء میں سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ۔
فقہ حنفی کا معتبر اور مستند فتاویٰ:

فتاویٰ عالمگیری اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند کی ہدایات پر بارہویں صدی ہجری میں اجل علماء

نے مدون فرمایا اس میں اس طرح مذکور ہے:

اذا لم يعرف الرجل ان محمداً ﷺ اخر الانبياء عليهم وعلى نبين فليس بمسلم۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ کتاب السیر فی احکام المرتدین)
ترجمہ: جو آدمی یہ نہ جانے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔
کچھ آگے لکھتے ہیں:

وكذلك لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبرم بریدیہ من پیغام برم
ہکفر۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱ کتاب السیر، باب فی احکام المرتدین)
ترجمہ: اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں
(اور اس کی) مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔
اس عبارت سے معلوم ہوا جو آدمی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا فارسی میں کہے کہ میں
پیغمبر ہوں وہ کافر ہو جائے گا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ)

حضورِ نور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین
بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی
راہ دے، کافر مرتد اور ملعون ہے۔ آیت مبارکہ:

ولكن رسول الله وخاتم النبیین

اور حدیث متواترہ لا ہسی بعدی سے تمام امت مرحومہ سلفاً خلفاً یہی معنی سمجھے ہیں کہ حضور
قدس ﷺ پہلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یا رسول کریم ﷺ
کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

دوسری جگہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ضروریاتِ دین کا جس طرح انکار
کفر ہے یوں ہی ان میں شک و شبہ اور احتمال ماننا بھی کفر ہے، یوں ہی ان کے منکر یا ان میں شک

کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جانتا بھی کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

نوٹ: علمائے حق نے بیان فرمایا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں ”خاتم النبیین“ رب العالمین کی
طرف سے وصیت ہے اور اہل جہان کو آگاہ اور متنبہ کرنا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر ہیں
اور آخری حجت ہیں جو پوری فرمادی گئی ہے آپ کا دین آخری دن ہے اور آخری پیغام باری تعالیٰ
ہے، ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی محروم ہو جاؤ، اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ کسی قوم کا مقتدا اور
رئیس اس طرح کہے کہ یہ میری تم سے آخری بات ہے اور آخری عہد و وصیت ہے۔ اس طرح نہ ہو
کہ تم اس کو ضائع کر ڈالو اور وقت ہاتھ سے نکل جائے اور یہ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول
کریم ﷺ اپنی امت کے لیے ہیں اور خاتم الانبیاء سابقین کے لیے۔

ثابت یہ ہوا کہ علمائے کرام نے بہت لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ اس آیت مبارکہ کا باہمی
رابطہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نہ کسی کو مانو۔

☆☆☆☆

ایصال ثواب کیجئے (تمام امت مرحومہ کیلئے)

عظیم عاشق رسول حضرت پیر طریقت، پیر سید

فیض محی الدین الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ

وصال فرما گئے۔ ساری زندگی خدمت اسلام میں گذاری،

خدمات اسلام قبول ہوں اور درجات بلند ہوں۔ صاحبزادگان

اور جملہ مریدین محبین کو صبر جمیل نصیب ہو۔

(ادارہ)

رحمت دو عالم ﷺ

بحیث معلم اخلاق

ترجمہ: پروفیسر رائے محمد اعجاز کھل (ایڈووکیٹ ساری الدین اسلامیہ یونیورسٹی فیصل آباد)

لغت میں خلق کا مطلب طبیعت یا طبعی خصلت، مروت و عادت ہے نیز علم الاخلاق حکمت عملیہ کی ایک قسم ہے جس کا نام حکمت خلیہ ہے۔ امام غزالی نے خلق کی تعریف ان الفاظ میں کی (خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے انجام دینے کیلئے غور و فکر کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی)۔ عمومی طور پر اخلاق کو دو اقسام کے تحت بیان کیا جاتا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں۔ ایک معمولی اخلاق اور دوسرے اعلیٰ اخلاق۔ پہلی قسم یہ کہ آدمی کا اخلاق جوابی ہو۔ یعنی جو مجھ سے جیسا کرے گا میں بھی اس کے ساتھ دیا ہی کروں گا۔ یہ عام اخلاق ہے۔ اعلیٰ اخلاق یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے رویہ کی پروا کیے بغیر اپنا اخلاق متعین کرے۔ اس کا اخلاق اصولی ہو جوابی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے کہا میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلوک کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور وہ میرے ساتھ نادانی سے پیش آتے ہیں اور میں ان سے درگزر کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اسی طرح سے ہے جیسے تو کہتا ہے تو گویا کہ آپ ان کو ریت کھلاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ کیلئے عذر و درشل حال رہے گی۔ اگر آپ اسی حال میں رہے۔ اعلیٰ اخلاقیات ایک مسلمان کا عمومی رویہ ہونا چاہیے جس کو وہ اپنی پوری زندگی میں برت کر دکھائے خواہ معاملہ دشمن کے ساتھ ہو یا دوست کے ساتھ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا خوگر ہو حتیٰ کہ اس سے بھی صلہ رحمی کرے جو اس سے قطع رحمی کرے۔ وہ برے کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا اور ظالم کے ظلم کو نظر انداز کرنے والا ہو۔

قرآن اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے۔ اس لیے اخلاق کی غرض و غایت رضائے الہی کا حصول ہے۔ حسن خلق کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین بھی اسی سے ہوتا ہے کہ انسان اخلاقی رویہ اپناتے ہوئے رضائے الہی مد نظر رکھتا ہے یا نہیں کیونکہ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی اس کے بغیر اپنی کھودیتی ہے۔ تمام نیکیوں کی بنیاد رضائے الہی کا حصول ہے اور تمام عبادتیں اس کے بغیر بیکار ہو جاتی ہیں۔ آنجناب ﷺ کے بعض ارشادات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی شخص اس لیے لڑتا ہے کہ مال قیمت ہاتھ آئے، کوئی اس لیے کہ وہ بہادر کھلوائے، کوئی اس لیے کہ اس کو شہرت حاصل ہو تو ان میں سے کون ہے جس کا عمل جہاد فی سبیل اللہ متصور ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (جو اس لیے لڑتا ہو اللہ کی بات بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں ہے)۔ اسلام نے اخلاق کو اتنی اہمیت دی کہ اس کو عبادات سے بھی بڑھا دیا اور باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض میں کوتاہی کی معافی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھی بلکہ ان بندوں کے ہاتھ میں رکھی جن کے حق میں کوتاہی ہوئی۔ پھر ایمان کی مضبوطی کو اخلاق کی مضبوطی پر منحصر رکھا۔ اخلاق اچھے تو ایمان مضبوط، ایمان مضبوط تو عبادت مقبول، گویا ان تینوں چیزوں کا آپس میں ایسا ناٹھ اور تعلق رکھا کہ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو، اگر اس کے اخلاق اچھے نہیں تو نگاہ اسلام میں اس کی عبادت کی کوئی قیمت نہیں۔ جانوروں سے بھی اگر اس کے اخلاق اچھے نہیں اور انسانوں سے معاشرتی تعلق میں حسن نہیں تو اللہ کے ہاں اس کی عبادت کی حیثیت ایک بے روح جسد کی سی ہے اور اس کا ایمان اس کے نفس کی گہرائیوں میں نہیں اتر سکتا کیونکہ اخلاق ہی ہماری ایمانی حالت کی کسوٹی ہے۔ اسی لیے اخلاق حسنہ کے بارے میں اس قدر احادیث ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ سارے دین کی بنیاد ہی اخلاق حسنہ پر استوار ہے۔ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھے اور رات بھر نماز پڑھنے سے ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

”قیامت کے دن حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی“ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں عورت کی نماز، روزے اور صدقہ خیرات کی کثرت کا بہت چرچا ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کی اپنی زبان سے تکلیف میں رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ اسی طرح دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو کہ نماز اور روزہ وغیرہ صرف فرائض کی تک کو پورا کرتی تھی لیکن اعلیٰ اخلاق کی مالک تھی۔ آپ نے اس کی تعریف فرمائی اور اسے جنت کی بشارت دی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے تھے۔ حضرت انس جرماتے ہیں میں اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا اور نہ ہی یہ کہا تم نے یہ کیوں نہ کیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایک یہودی سے قرضہ لیا، اس نے میعاد مقررہ سے قبل ہی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک دن تو اس کا مطالبہ حد سے بڑھ گیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر سخت لفظ کہنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”میعاد مقررہ میں تین دن باقی ہیں“۔

اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، انھوں نے یہ دیکھا تو اس یہودی کو مارنے کے ہاتھ اٹھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور فرمایا ”عمر تمہارا حق نہ تھا کہ اسے مارے ہاں اتنا کہہ سکتے تھے کہ بھی میعاد مقررہ سے پہلے مطالبہ صحیح نہیں ہے اور مجھے یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ہو سکے جلد ادائیگی قرض کی فکر کریں مکارم اخلاق کا یہ مظاہرہ دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے انھوں نے کہا السلام علیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم پر اللہ کی لعنت اور اللہ کا غضب ہو۔ آپ ﷺ نے کہا ٹھہرو! عائشہ! تجھ پر نری لازم ہے اور تو سختی اور خشم کوئی سے بچ۔ آپ کہنے لگیں کیا آپ ﷺ نے

سنا نہیں جو انھوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا، میں نے ان کو لوٹا دیا (وہی کلمات کہ دیئے) ان کے بارے میں میری دعا قبول ہوتی ہے۔ ان کی دعا میرے متعلق قبول نہیں ہوتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل عربوں کی اخلاقی حالت نہایت بھیاںک تھی۔ اچھے بُرے کی تمیز مفقود تھی نیز کوئی اخلاقی برائی نہ تھی جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ قتل و غارت، جھوٹ بولنا، بد عہدی کرنا، بہتان درازی، جھوٹی قسم کھانا، خیانت، سراف، دھوکہ دہی، چوری ڈاکہ، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، بیوہ پر زیادتی، سوتلی ماں سے نکاح کرنا، بے سکون کو ستانا، اپنی معصوم بچیوں کو جھوٹی شرم اور خیالی تنگ و دعار سے بچنے کیلئے ایک خود ساختہ تحفیل اور ایک ظالمانہ روایت کی بنا پر اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کر دینا نیز دیگر ہر قسم کے اخلاقی جرائم عام تھے۔ شراب نوشی، عیش پرستی، حقوق کی پامالی، قمار بازی، ہوس رانی، ظلم معاشی استحصا، ظالمانہ طور پر طریقوں اور غیر منصفانہ رویوں کا بول بالا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ معاشرہ آگ کا ایک سمندر ہے یا ایک نہایت ہی مہیب خندق ہے جس کی کوئی گہرائی نہیں اور انسان اس میں چھلانگ لگانے کیلئے تیار کھڑا ہے۔

نبوت سے پہلے چالیس سال کا یہ لمبا دور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح گزارا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کے بعد معلم اخلاق ہو کر نمودار ہونا تھا۔ اس لیے اس چالیس سالہ دور میں خدا تعالیٰ نے آپ کو نہایت بلند اخلاقی کردار قائم فرمایا۔ اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق میں صداقت، امانت، شرافت اور خدمت کے اوصاف اس قدر نمایاں ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری قوم میں ایک غیر معمولی انسان نظر آنے لگے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطن مادر میں آئے تو ان کی قوم قحط اور خشک سالی کا شکار تھی۔ آپ کی برکت کی وجہ سے مکہ کی خشک زمین پر سرسبز و شاداب ہو گئی معلم اخلاق کا بچپن اپنے اندر غیر معمولی برکت رکھنے کی وجہ سے اپنے ماحول میں منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے اور ان کی جوانی،

قوت، امانت اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے سبب ان کی صداقت کا کھلا نشان بنتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہو کر اپنے اسی اعلیٰ کردار کو دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں (وانک لعلی خلق عظیم) کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند ترین مقام کو بھی ظاہر کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تصویر حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن مجید ہے) قرآن مجید میں شروع سے آخر تک خدا اور اس کی صفات کا تذکرہ پایا جاتا اور باقی ماندہ موضوعات اور بیانات ان صفات خداوندی کی تائید میں مندرج ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ کا بھی یہی مفہوم نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق صفات الہی کا پرتو تھے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو دنیا کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اشخاص کیلئے نمونہ ہو۔ جس شخص نے مختلف حوادث حیات کا تجربہ نہیں کیا وہ دوسروں کیلئے عملی نمونہ نہیں بن سکتا۔ ہر اخلاقی صفت کے اظہار کیلئے مخصوص حالات کی ضرورت ہوتی ہے اور جب تک کوئی ان حالات سے دو چار نہ ہوا ہو وہ شخص ان صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہر قسم کے حالات رونما ہوئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف صفات اور اخلاق کے اظہار کا موقع ملا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہر شخص کیلئے نمونہ ہے۔ یتیم، تاجر، مسایہ، بیٹا، خاوند، مہاجر، فاتح، قاضی، مغل، جنگ آزمائہ سالار، مذہب، ہادی، غرض کہ تمام حالات مختلف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے لوگوں کیلئے کامل اسوہ ہے۔ اسی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ عالم میں فرد فرید ہیں، دنیا کا کوئی آدمی بھی اپنے مذہب کے بانی کو اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی تمام لوگوں کیلئے اسوہ حسنہ بن سکتی ہو۔ اگر کسی شخص کی زندگی میں شان عالمگیریت نہیں پائی جاتی وہ عالمگیر اسوہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز نظر آتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اخلاق فاضلہ کے جامع ہیں جو انبیاء علیہم السلام میں متفرق

طور پر پائے جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو جو کچھ قرآن حکیم میں الفاظ کی صورت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وہ عملی شکل میں موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک تحریری قرآن ہے تو دوسرا عملی قرآن ہے۔ ایک تھیوری ہے تو دوسرا پریکٹیکل۔ ایک قرآن کا غزوں میں لفظوں کی صورت میں ہے تو دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں عملی صورت میں۔

زندگی کی متضاد حالتوں میں بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلق عظیم کا مظاہرہ کیا حالانکہ ان حالتوں میں نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اپنی ذات میں نہایت رحم دل ہے لیکن جونہی وہ میدان جنگ میں جاتا ہے تو اس کی زندگی کا یہ نقطہ نظر بالکل تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ رحم دلی سے یکا یک بے رحم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک شخص امن و صلح کے زمانہ میں نہایت حلیم الطبع معاملات میں صادق اور عہد کا پابند ہوتا ہے لیکن زمانہ جنگ میں اس کی یہ تمام صفات مفقود ہو جاتی ہیں اور وہ عہد شکن اور درشت طبیعت بن جاتا ہے۔ یہ تو افراد کا حال ہے لیکن ایک پوری قوم ک ابھی یہی حال ہوتا ہے کہ زمانہ امن میں وہ انسانیت کا بہترین نمونہ ہوتی ہے لیکن جنگ کے زمانہ میں وہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حکماء نے کہا کہ ”سیاست اپنے پہلو میں دل نہیں رکھتی“ لیکن دنیا میں صرف اور صرف اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں نرم و نازک دل بھی رکھتی ہے اور نہ تبدیل ہونے والی اخلاقی قوت بھی۔ ان پر عوارض خارجیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ جس طرح زمانہ امن میں گداز دل رکھتا ہے اسی طرح کا گداز دل وہ زمانہ جنگ میں بھی رکھتا ہے اور اسلام نے جو قوم تیار کی وہ بھی ”رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز“ کی حیثیت رکھتی ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہر شعبہ حیات پر حاوی تھیں۔ حق و صداقت کی اس داستان حیات میں غربت و مظلومی بھی تھی اور اتمام و تکمیل کی فتح مندی اور کامرانی کا جاہ و جلال اور سطوت و جبروت بھی۔ دنیا میں امن و صلح کے ساتھ جنگ میں معاہدوں کو اکثر توڑا

جاتا ہے اور نہایت شرمناک طریقے سے عہد و بیان میں تاویلیں کر کے ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں ایک موقع بھی ڈھونڈھے سے نہیں ملتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کیا ہوا کوئی معاہدہ توڑا ہو۔ بلکہ جن قوموں اور قبیلوں نے معاہدات کو توڑا، موقع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی نہ صرف حسن سلوک کیا بلکہ معاف کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شخصی حالتوں میں وفائے عہد کا جو معیار اخلاق قائم کیا تھا میدان جنگ میں اس کو قائم رکھا۔ شخصی حالت میں عہد و بیان کی پابندی کے بارے میں امام ابو داؤد نے عبد اللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ فروخت کی جس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے نہیں کیا تھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ آپ ٹھہریے میں باقی حصہ اسی جگہ لے کر آتا ہوں۔ لیکن جب میں وہ حصہ لینے کیلئے گھر آیا تو میں بھول گیا اور مجھے تین دن کے بعد اپنا وعدہ یاد آیا۔ جب میں وہاں آیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو دیکھ کر صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ میں تین دن اسی جگہ تمہارا انتظار کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے صحابہ کرام کو عہد و بیان کی پابندی کی تعلیم دی۔ خیبر کی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں نے اپنی دانست میں جادو کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کی بنا پر اسے معاف فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں اور کافروں کے مابین میل جول ہو گیا، سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حالت میں ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔ اتفاق سے میرے پاس چار مشرک آ گئے۔ آتے ہی انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کی اور جو گوئی شروع کر دی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کے جھوٹے کلمات نہ سن سکا اور اٹھ کر دوسرے درخت کے سایہ کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔ وہ سب اس درخت کی شاخوں

میں اپنے ہتھیار لٹکا کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شور سوچا کہ ابن زید قتل کر دیا گیا۔ میں نے یہ شور سن کر تلواریں نیاں سے نکال لی اور سوتے میں ان چاروں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ان کے ہتھیاروں پر اچھی طرح قبضہ کر لیا۔ پھر ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا بھیجا ہے تم میں سے جو شخص بھی اپنا سر اٹھائے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر ایک طرف سے میں ان چاروں کو اور دوسری طرف سے میرے چچا عامر ایک دوسرے کافر کو جس کا نام مرکز تھا گھسیٹے ہوئے جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو معاف فرما دیا اور ہمیں فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ برائی کی ابتداء انہی کی طرف سے ہونی چاہیے۔

دنیا کے کسی دستور میں انہیں چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔ اگر آپ انہیں قتل کر دیتے تو درحقیقت بد عہدی اور نقص بیان کے ذمہ دار وہی لوگ ہوتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقص عہد کی اس ظاہری شکل کو بھی گوارا نہ کیا جو ان کے قتل سے پیدا ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے تمام ابواب اخلاق میں سب سے زیادہ نمایاں باب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کیلئے کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ایسا کرنے میں اگرچہ حقیقی طور پر نقص عہد نہیں ہو سکتا تھا تاہم بظاہر نقص عہد کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا اسلام آپ کے صاف و شفاف دامن پر اس قسم کا معمولی سا ظاہری دھبہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔

دلوں کو صرف اخلاقِ حسنہ سے ہی فتح کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ نماز اور روزہ سے تو آدمی اس وقت متاثر ہوگا جب کسی کے قریب آئے گا اور قریب لانے والی چیز اخلاق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ پیغمبر انقلاب بھی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انقلاب اپنے اخلاقِ حسنہ سے دنیا میں برپا کیا۔ جس زمانہ میں مکہ کی سرزمین باوجود اپنی سعادت کے قریش مکہ کی تم رانیوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنگ کر دی گئی تھی۔ اس وقت لوگوں کی اکثریت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ جمیلہ سے متاثر ہو کر حلقہ گوش اسلام ہوئی تھی۔ ابوسفیان اور اس کی بیوی ہند، ابو جہل کا بیٹا

مکرمد اور دوسرے بڑے بڑے اساطین کفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے واحد حکمران تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارہ ابرو پر اپنا تن من و جن قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔ اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی رعوت نہ تھی نہایت سادہ زندگی تھی اور جہر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق حسنہ کی فیاضیاریوں سے لوگ اپنے اخلاق کی راہیں روشن کرتے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب یکمائیہ سعادت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کی ایک نہایت اجمالی تصویر پیش کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی نوعیت کیا تھی اور کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے معمولی کام اپنے ہاتھوں سے کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”آپ موبیشیوں کو خود چارہ ڈالتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے، بکری کا دودھ دھو لیتے، خادموں کو ان کے کاموں میں مدد دیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھا لیتے۔ جب کبھی ضرورت ہوتی بازار سے سودا خود خرید لاتے۔ چھوٹے بڑے کو پہلے خود سلام کرتے۔ اگر کوئی ساتھ ہوتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے (تاکہ بڑائی کا شائبہ نہ ہو) غلام، آقا، کالے اور گورے، حبشی و ترک میں کوئی امتیاز نہ برتتے۔ رات دن کالہاس ایک ہی ہوتا۔ کیسا ہی چھوٹا اور حقیر شخص دعوت دیتا فوراً قبول فرماتے۔ جس قسم کا کھانا بھی سامنے رکھ دیا جاتا نہایت رغبت اور خوش دلی سے کھا لیتے۔ رات کے کھانے سے صبح کیلئے اور صبح کے کھانے سے رات کیلئے کچھ اٹھانہ رکھتے۔ نیک مزاج، نرم خو، کشادہ اور خندہ جبیں تھے۔ گویا ”نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو“ تھے۔ کبھی پوری زندگی قہقہہ لگا کر نہیں بنے۔ سخی تھے مگر فضول خرچ نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام خوبیوں سے آراستہ، ان تمام فضائل سے مزین اور ان تمام اوصاف حمیدہ کے جامع تھے۔ سکونت ان کا لباس، نیکی ان کا شعار، تقویٰ ان کا خیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت، راستی ان کی شریعت اور ہدایت ان کی راہ نمائی تھی۔

مختصر یہ کہ ہم اپنا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہم نے سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہاں تک اتباع کی اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات سے اپنے اخلاق کو کس قدر مزین کیا گیا۔ سیرت طیبہ کی پاکیزہ تعلیمات کو فقط زبانی تذکرے تک رکھا یا پھر انہیں اپنے قلب و نظر اور دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی اتارا۔ اپنے معاشرے میں ان کو کہاں تک لاگو کیا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت صرف نمازوں میں مصروف رہنے والے عابدوں اور جنگلوں میں ریاضت کرنے والے زاہدوں کیلئے ہی نہیں بلکہ معاشرے میں جکڑے ہوئے لوگوں کیلئے قدم قدم پر مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام نے ہمارے وجود کے گرد حقوق کے جس قدر بندھن باندھے ہیں ان سب کو ادائیگی کے طریقے اس طرح سکھائے کہ اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ ہماری نجی اور اجتماعی زندگی دونوں کی عافیت کیلئے نہایت اعلیٰ اخلاقی اصول بتائے۔ جن پر عمل کر کے ایک عام اور خاص انسان راحت اور آسائش اور خوشی و مسرت کی زندگی بسر کر سکے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے صنعتی اور معاشی انقلاب کا نتیجہ انسانی رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی شکل میں سامنے آیا جس کے باعث آج اخوت، ہمدردی اور باہمی محبت کی باتیں قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔ انسانی جذبات و احساسات پر مشینوں کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ میڈیا کی برق رفتاری اور جدید ٹیکنالوجی نے زمینی فاصلے کم کرتے ہوئے ایک طرف لاکھوں میل دور بیٹھے انسانوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو دوسری طرف اخلاقی تنزل کا شکار کرتے ہوئے انسانی اقدار سے عاری کر دیا۔ اخلاقی انحطاط کی قیمت پر ہونے والی مادی ترقی کے نتیجہ میں انسان پریشانیوں، مسائل اور مصائب کی دلدل میں دھنس چکا ہے۔ رذائل اخلاق عام ہو چکے ہیں، ان کو ختم کرنے کیلئے اور معاشرے میں اخلاق حسنہ کی ترویج کرنے کیلئے ہمیں پیغمبر اسلام و معلم اخلاق کے اخلاقی کردار کو عملی اور فکری طور پر عام کرنا چاہیے تاکہ آج کے اس پریشان حال انسان کو رہنمائی میسر آ سکے کہ مجسم اخلاق حسنہ، ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہی فلاح دارین اور امن عالم کی ضامن ہیں۔

ملفوظات غوث اعظم (رضی اللہ عنہ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سچے دوست تھے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دین حق کے پرچار اور احیاء کتاب و سنت میں گزارا۔ آپ کی تعلیمات اور عقول میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے اتباع پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آپ نے شریعت و طریقت کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔

آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ صرف اتباع سنت کے ذریعے طریقت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آپ کے سلسلہ تصوف کا تمام تر ماخذ قرآن مجید اور سید نبوی ہے اور انہی کی روشنی میں آپ نے مخلوق خدا کو علم و عرفان سے اپنے قلوب و اذہان کو روشن کرنے کی دعوت دی ہے۔

آپ کی تعلیمات جو ملفوظات کی صورت میں مختلف کتب میں موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) توحید

آپ رحمۃ اللہ علیہ رب ذوالجلال کی وحدانیت کا درس دیا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی لذت اور چاشنی اپنے ملفوظات کے ذریعے عوام کے دل و دماغ میں اجاگر فرمایا کرتے تھے، اور قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل سے خلق خدا کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

(۲) اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نقش قدم پر چلو کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَا أَلَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

لہذا کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑو۔

(۳) نماز

پنج گانہ نماز کو پابندی سے ادا کرو۔ اور اپنی ہر نماز اس خشوع و خضوع سے ادا کرو گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے۔

(۴) روزہ

روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے روزہ کو مکروہات سے بچائے رکھے۔

(۵) زہد و تقویٰ

انسان کو چاہیے کہ تمام ان کاموں اور اشیاء سے احتراز کرے، جن سے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور کامل تقویٰ کے لیے دس شرائط ہیں:

- (۱) زبان کو قایم رکھنا۔ (۲) غیبت سے بچنا۔ (۳) کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور استہزاء نہ کرنا۔
- (۴) محارم پر نظر نہ ڈالنا۔ (۵) راستی اور راست بازی اختیار کرنا۔ (۶) انعامات اور اکرام ربانیہ کا شکر گزار رہنا تاکہ نفس میں تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔ (۷) نفسانی خواہشات پر قابو رکھنا اور راہ خدا میں مال صرف کرنا۔ (۸) صرف اپنی ذات کے لیے ہی بھلائی اور بہتری کا خواہش مند نہ ہونا۔
- (۹) فرض نمازیں باجماعت ادا کرنا۔ (۱۰) سید نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت پر قائم رہنا۔

(۶) علم و فضل

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے علم میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی برکت سے علم لدنی جو اسے حاصل نہ تھا اسے سکھاتا ہے۔

(۷) گوشہ نشینی

آپ فرماتے تھے، ہر گوشہ نشین کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم دین حاصل کرے جو شخص علم کے بغیر گوشہ نشین اختیار کرتا ہے اس کی مثال ”مرغ بے پر“ کی ہے۔ علم شریعت کا چراغ

اپنے ہاتھ میں لے کر اس راہ میں قدم رکھو۔

(۸) سجادہ نشین

آپ کا فرمان مبارک ہے:

سجادہ نشین میں ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے، جس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں

اس کا سید ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہرگز جائز نہیں۔

عیب پوشی، رحم دلی

دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھو

شفقت و رفاقت

دو خصلتیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو

راستی، است کوئی

دو خصلتیں سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو

نیکی کی تعلیم دینا، برائی سے روکنا

دو خصلتیں سیدنا عمر فاروق صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو

کھانا کھانا، شب بیداری کرنا

دو خصلتیں سیدنا عثمان غنی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو

عالم ہونا، شجاعت و جوانمردی

دو خصلتیں سیدنا علی المرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھو

(۹) رضائے الہی

محبت الہی میں بڑھنا اور علم الہی کو کافی جان کر قضا و قدر پر راضی رہنا۔

(۱۰) تصوف

دل کو تمام کدورتوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے، اور تصوف کی بنیاد ان آٹھ

خصلتوں پر ہے: (۱) سخاوت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ (۲) رضا سیدنا اسحاق علیہ السلام۔

(۳) صبر سیدنا ایوب علیہ السلام۔ (۴) مناجات سیدنا زکریا علیہ السلام۔ (۵) تقویٰ سیدنا یحییٰ علیہ السلام۔

(۶) صوف سیدنا موسیٰ علیہ السلام۔ (۷) سیاحت سیدنا یسعی علیہ السلام۔ (۸) فقر سیدنا سید الانبیاء حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆☆



ماہنامہ مولانا محمد شفیع الدین فیصل آباد

عمر عظیم مولانا محمد شفیع الدین فیصل آباد

جس میں ایک نئے قاری کی مانند ہر نیکو کار کو ہر نیکو کار کو ہر نیکو کار کو

ماہنامہ درس قرآن ختم قادریہ (کبیر)

10 جنوری بدھ

ماہنامہ محمد شفیع الدین فیصل آباد

ماہنامہ محمد شفیع الدین فیصل آباد

0343-9888809 0321-9664181 0300-8660128

عظیم الشان صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

عزیز مخلص

شاد ہشامے عشق خوش سولہما لے طیب غمات ہما

فیضانِ کمال

غلام محمد عین نوری



حضرت شیخ العالم

سالانہ ختم شریف

روز

3-2 فروری 2018ء جمعہ ہفتہ



خاتمہ سالانہ ختم شریف



شاہ جہان

حضرت شیخ العالم کے دورہ عمرہ کی تقریب سعیدین دوسن قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ ذکر و سماع کے ساتھ ساتھ شیعہ علماء کی تقریب بھی ہوگی۔

مجلس شیعہ اہل حق و باطل کے درمیان میں حضرت مولانا محمد نور العارفین اور مولانا...

آستانہ عالیہ دھوک شیعہ اہل حق و باطل

0321-7611417

